تصوریات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ آگ کے شعلے کب تک؟

آج جس دکھ اور درد کی تپتی ہوئی بھٹی میں ساری انسانیت جل کر خاک ہو رہی ہے اس کی ناقابلِ برداشت اذیت ہر ذہن کو خون کے آنسو رُلا رہی ہے۔ آج کا ہر شخص ذہنی پریشانی، فکر و یاس، خوف و ہراس، بے اطمینانی اور آفاتِ ناگہانی کا شکار نظر آتا ہے۔ ہر ذہن کا سکون، ہر قلب کا قرار، ہر چشم کی نیند ختم ہو چلی ہے۔ افراتفری، قتل و غارت، مار دھاڑ، عداوت و نفرت، حسد و کدورت، بدلہ اور انتقام کی گرم بازاری ہے۔ بڑی اور طاقتور قومیں کمزور اور نحیف اقوام کو لقمۂ اجل بنانا اپنی ترقی اور کامرانی تصور کرتی ہیں۔ عزت، عصمت، عفت اور شرافت داستانِ پارینہ بن کر رہ گئی ہیں۔ فرد فرد کا دشمن، قوم قوم کی قاتل، ایک مذہب کے نام پر قائم ہونے والی جماعت دوسری مذہبی جماعت کے خون کی پیاسی نظر آتی ہے۔ ایک ملک اپنے دوسرے ہمسایہ ملک کو ہڑپ کرنے کی فکر میں ہے۔ ظلم و استبداد، جبر و تشدد، فتنہ و فساد کی باقاعدہ منظم منصوبہ بندی کے تحت پشت پناہی کی جا رہی ہے۔ مظلوم اور کمزور اقوام کو ظلم و ستم کی چکی میں پیسا جا رہا ہے۔ اس جدید ترقی یافتہ دور میں ہر طرف قیامت کا سماں ہے۔ بھائی بھائی سے بیزار، باپ بیٹے سے بدظن، بیٹا باپ کا نافرمان، دوستی کے نام پر مفاد پرستی، خود غرضی اور لالچ کا جوا کھیلا جا رہا ہے۔ انسانیت امن و سکون، ہمدردی و غمگساری، ایثار و قربانی کے لیے بے آب ماہی کی طرح تڑپ رہی ہے۔ دورِ جدید کا ایک بھائی دوسرے بھائی کو دکھ درد میں تڑپتے دیکھ کر سوچتا ہے، کاش، میرا بس چلے تو ایک ہی وار سے اسے خاموش کر کے کلیجہ ٹھنڈا کر لوں۔ خود غرضی، لالچ، چاپلوسی، بددیانتی، اقربا پروری، حق تلفی، بداخلاقی، خیانت، مقدمہ بازی، فسق و فجور، رشوت، غبن، ڈکیتی، اغوا، قتل و غارت نے عوام الناس کی زندگی کو جہنم بنا دیا ہے۔

انسانیت سے انسان ہی ناآشنا ہو چکا ہے۔ اس دور میں بغیر کسی لالچ اور مفاد کے کوئی آدمی کسی دوسرے سے دو میٹھے بول بولنے کے لیے بھی تیار نہیں ہے۔ ایثار و قربانی نہ معلوم کہاں معدوم ہوگئیں؟ دفاتر میں طوفان کا سماں، خرید و فروخت کے مراکز میں قیامت کا منظر ہے۔ بے سکونی، بے خوابی و بے قراری، بیزاری و اضطراب، وحشت و درندگی، جسمانی و روحانی امراض کی فراوانی اور بے اطمینانی نے زندگی کو روگ بنا دیا ہے۔

روزانہ نئے نئے فتنے عذاب خداوندی کو دعوت دے رہے ہیں۔ نسلی، قبائلی، لسانی، ثقافتی، وطنی اور نظریاتی فتنوں نے انسانیت کو مذہب سے دُور کر دیا ہے اور ہر ہوش مند انسان یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ آخر یہ آگ کے شعلے کب تک کائنات کو جلاتے رہیں گے جبکہ حالت یہ ہے کہ:

اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھ تو سہی یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان مصائب و مشکلات کا واحد سبب صرف یہ ہے کہ انسانوں نے رب العالمین کی چوکھٹ سے منہ موڑ کر غیروں سے رشتہ جوڑ لیا اور وہ خالق کائنات کے قانون کو چھوڑ کر مخلوق کے خود ساختہ قوانین کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ پتھر کے بُت چھوڑے تو شخصیت پرستی کا بُت پوجنا شروع کر دیا، حتیٰ کہ جب سے محمد عربی فداہ ابی وامّی کے نام لیوا، غرض کے بندے، نفس کے پجاری، حرص و کینہ اور حسد و کدورت، بغض و عناد کے عادی ہوئے تو رحمتِ ایزدی نے اُن سے منہ موڑ لیا۔

آہ، مسلمان بھی کل کی جہانگیری اور جہانبانی سے محروم ہوگیا۔ اس کی زبان بھی ربُ العزت کی تعریف سے گونگی ہو کر اغیار کی تعریف و توصیف میں جھوٹی خوشامد و مدح سرائی میں مصروف ہو کر رہ گئی ہے۔ دوسروں کی طرح وُہ بھی جنسی خواہش اور مادی ضروریات کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر زندگی کے صحیح لطف سے محروم ہو چکا ہے۔

تاریخ عالم کے اوراق اس بات پر شاہد ہیں کہ جب بھی اقوام و ملل اپنا وجودِ حیات ختم کرنا چاہتی ہیں اور ان پر تباہی و بربادی کے سائے منڈلاتے ہیں تو ان کا اتحاد و اتفاق ختم ہو کر اختلاف و انتشار ان کے رگ و ریشہ میں گھر کر جاتا ہے۔ یہ بدقسمت اقوام اپنی تباہی و بربادی کے لیے تو ایک مقام پر سر جوڑ کر اکٹھی بیٹھ سکتی ہیں لیکن عزت و وقار کی زندگی کیلیے

ان کا آپس میں مل بیٹھنا ناممکن ہوتا ہے۔ ان کی ہر نشست و برخاست صرف اور صرف اس لیے ہوتی ہے کہ اختلافات کی دیوار کو مزید وسعت دے کر مخالفین کو تہس نہس کیا جائے۔ ان کی زندگی کو صعوبتوں سے دوچار کر کے ان کی پرسکون زندگی کو نمونۂ جہنم بنا دیا جائے۔ درحقیقت جب بھی ان کا اجتماع ہوتا ہے تو اس غرض کے لیے کہ ایک دوسرے سے مزید علیحدگی اور دوری اختیار کی جائے۔ جب حالات اس اسٹیج پر پہنچ جائیں تو یقین کر لیجیے کہ تباہی و بربادی، ذلت و مسکنت اس قوم کا مقدر بن چکی ہے۔ حد تو یہ کہ یہ اقوام اپنے افراد کی موت پر بھی اختلافات کی آگ کو مزید ہوا دے کر، بھائی کو بھائی کے جنازہ کو بھی کندھا دینے سے روک دیتے ہیں اور موت کے بعد بھی ان کے جاہلی تعصّب اور عداوت کی آہنی زنجیریں ڈھیلی نہیں ہوتیں، یا یہ کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کی خوشی و شادی کی محفل میں شرکت کرنے کے بجائے شادی کو بھی غمی میں تبدیل کرنے کی تدبیریں سوچتا ہے ۔۔۔ ایک بھائی کے گھر میں صفِ ماتم بچھی ہو اور عین اسی وقت دوسرے بھائی کے آنگن میں عیش و طرب کی محفلیں سجی ہوں، تو یاد رکھو! کہ اب یہ بدقسمت قوم تباہی و بربادی کے دہانے پر کھڑی ہے۔ اس بدنصیب قوم کا جسم، روحِ انسانی سے خالی ہو کر خاک کا ڈھیر ہو چکا ہے۔ جب بھی کوئی قوم اپنی توانائی اپنے ہی بھائیوں کو تباہ و تاراج کرنے پر صرف کرے تو یقین کر لو کہ اب اس قوم پر موت آ چکی ہے۔ اب اس میں حیات و بقا کی امید رکھنا عبث و بیکار ثابت ہوگی۔

آہ، شاندار ماضی کی حامل مسلمان قوم کا بھی آج یہی حال ہے۔ کسی زمانے میں حالت یہ تھی کہ مشرق میں بسنے والے ایک مسلمان بھائی کے پاؤں میں کانٹا چبھتا تو مغرب میں بسنے والا دوسرا مسلمان بھائی اس کی اذیت اپنے دل میں محسوس کرتا تھا۔ ایک کی راحت دوسرے کی راحت اور ایک کی عزت دوسرے کی عزت تھی! . . . .

. . . الغرض، یہ ملّتِ مرحومہ تو اپنے ماضی میں مہاجرین و انصار کے ایثار و قربانی سے بھرے ہوئے واقعات رکھتی ہے . . . . . !

دُور نہ جائیے، آج سے تقریباً ایک صدی قبل ہمارے آباء و اجداد کی حالت یہ تھی کہ کسی شہر، گاؤں یا محلے میں اگر کسی غریب کی بیٹی سنّ بلوغت کو پہنچ جاتی تو اس پورے قصبے کے لوگ اپنا یہ فریضہ سمجھتے تھے کہ جس قدر جلد ہو سکے اسے اپنا گھر بسا لینا چاہیے اور اس سلسلہ میں وُہ ہر قسم کی امداد و معاونت کے لیے مستعد رہتے تھے ۔۔۔ لیکن آج!

آج اسی قوم کے بعض درندہ صفت اور بدکردار انسان اس ٹوہ میں رہتے ہیں کہ کب ان کا بس چلے اور ان کے ہاتھ کسی کے دامنِ عصمت کو تار تار کر سکیں۔

اگرچہ ایسے پُر آشوب اور المناک حالات میں چند سر پھرے کتاب و سنت کو ہاتھوں پر اٹھائے چیخ رہے ہیں کہ خدارا ہماری آواز بھی سنو لیکن ان کی صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے اور یہ آواز کسی کان میں پڑ بھی جائے تو دین و مذہب کے دشمن یہ کہہ کر اس کے تاثر کو زائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ تو بیچارے ہماری روٹی پر پلے ہیں، انہیں کیا پتہ سیاست اور ترقی کا؟ ستم ظریفی کی انتہاء یہ ہے کہ قوم کے راہنما وہ ہیں جو اسلام کے دشمن، مذہب کو افیون سے زیادہ خطرناک قرار دینے والے، شعائرِ اسلام پر استہزاء و تمسخر کرنے والے، جمہوریت کو صحیفہ آسمانی، قوم پرستی کو معیارِ انسانیت اور آباء و اجداد کی رسوماتِ جاہلیہ کو قومی امتیاز سمجھنے والے ہوتے ہیں۔ ایسے ہی عناصر کو حکومت کے کلیدی عہدوں پر فائز کر کے دینِ اسلام کو ملک بدر کرنے کی خاموش اسکیم پر عمل کیا جاتا رہا ہے۔

پاکستان کو قائم ہوئے چھتیس سال گزر گئے۔ خدارا، اب تو ورثہ نبوی کتاب و سنت کو اپنا راہنما بنا لو، جس میں ہمارے تمام مسائل کا حل اور دکھوں کا مداوا موجود ہے — ورنہ ؎

قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

وما علینا الا البلٰغ!

مولا بخش محمدی (تھرپارکر)